عہد نبوی کا نظام تعلیم*

ڈاکٹر حمید اللہ

یہ مضمون ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی عنایت سے ہمیں ملا۔ ہم ڈاکٹر صاحب قبلہ کے ممنون کرم ہیں۔ یہ مضمون مختلف صورتوں میں پہلے چھپ چکا ہے مگر مصنف کی کی نظر ثانی، ترمیم و اضافہ اور تحقیق مزید کے بعد اس کی اشاعت خالی از فائدہ نہیں ۔ (مدیر)

عرب اور خاص کر مکہ معظمہ کی معاشرتی حالت کا، جو قبل اسلام پائی جاتی تھی، اگر قریب سے مطالعہ کیا جائے تو ناگزیر اس نتیجے پر پہونچنا پڑتا ہے کہ اس زمانے کے عربوں میں غیر معمولی صلاحیتیں پائی جاتی تھیں۔ جب اسلامی تعلیمات نے ان صلاحیتوں کو صیقل کیا تو عربوں نے اپنی اپج اور کارکردگی کی قابلیت سے دنیا کو حیران کر دیا۔ اور جب ''وحدت اور حرکت کے مذہب،، یعنی اسلام نے ان کی توانائیوں کو ایک مرکز پر جمع کیا اور اس طرح ان میں مزید قوت پیدا کر دی تو یہی عرب اس قابل ہوگئے کہ پوری دنیا کو دعوت مبارزت دیں اور وقت واحد میں اس وقت کی دونوں عالمگیر شہنشاہیتوں یعنی ایران اور روم (بازنطینیہ) سے جنگ کریں۔

میں نے اپنے بعض مقالوں میں کسی قدر تفصیل سے بتایا ہے کہ زمانہ جاہلیت کی خانہ جنگیاں عربوں کے کردار کو بنانے اور ان میں حیرت انگیز قوت برداشت اور دیگر اعلی مہمات پسندانہ قابلیتیں پیدا کرنے میں ممد و معاون رہیں جن پر خود نپولین (۱) کو رشک تھا۔

---

* بحیثیت ایک مقالہ کے معارف اعظم گڑھ نومبر ۱۹۴۱ میں چھپا۔ بعد میں مؤلف ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کتاب ''عہد نبوی میں نظام حکمرانی،، جلد اول (مطبوعہ مکتبہ ابراھیمیہ حیدرآباد دکن) میں بطور باب ششم (ص ۱۹۹ - ۲۲۸) کے چھپا۔ اسی کتاب سے نقل کیا گیا مع مزید حوالوں اور اضافوں کے جو مؤلف نے اپنے قلم سے حواشی میں کئے ہیں۔ کتاب ڈاکٹر حمید اللہ نے پیرس میں (۱ - ۹ دسمبر ۱۹۶۶) بندہ کو دی جو یہاں حیدرآباد لایا اور یہ باب نقل کروا کر کتاب ڈاکٹر صاحب کو واپس کی گئی (نبی بخش بلوچ)

عرب میں معینہ اوقات پر لگنے والے بازاروں اور کاروانوں کی حفاظت کے لیئے بدرقوں یا خفاروں (محافظوں) کا انتظام کچھ اتنا مکمل اور وسیع ہوگیا تھا کہ اس نے پورے جزیرہ نما ئے عرب میں ایک معاشی ''وفاق،، قائم کر دیا تھا (۲) - جس سے عربوں میں وحدت کے خیالات پیدا ہونے لگ گئے تھے اور اسلام کے تحت ان کی ''سیاسی وحدت ،، کا راستہ صاف ہو گیا تھا - اسی طرح شہری مملکت مکہ کا دستور بھی خاصا ترقی یافتہ تھا جس سے وہاں کے باشندوں کو اس بات کی تربیت مل چکی تھی کہ ایک عالمگیر سلطنت کے نظم و نسق کو چلا سکیں (۳) -

یہاں میرے پیش نظر ایک اور مسئلہ ہے اور وہ یہ کہ زمانہ جاھلیت کے عربوں کی علمی صلاحیتیں بھی اتنی خاصی تھیں کہ ھجرت کی ابتدائی صدیوں میں عربوں نے علوم و فنون کی حیرت انگیز فصلیں کاٹیں - ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا ، ان کی خفیہ قابلیتوں کو بیدار کرنا اور ان کو مفید کاموں میں لگانا ، یہ البتہ اسلام کا کارنامہ ہے -

عہد نبوی کے نظام تعلیم کا اس سے بہتر پس منظر کیا ہوگا کہ اسلام سے پہلے عرب میں علمی حالت جیسی کچھ تھی اس کا خاکہ پیش کیا جائے -

عرب زمانہ جاھلیت میں :

بدقسمتی سے ھمارے پاس زمانہ جاھلیت کے تعلیمی معاملات کے متعلق بہت کم معلومات محفوظ ھیں - اسکی کچھ تو یہ وجہ ہے کہ اس زمانے میں وھاں لکھنے کا زیادہ رواج نہ تھا ، اور کچھ یہ کہ لاکھوں کروڑوں کتابیں ھلاکو خان وغیرہ نے بغداد ، قرطبہ اور دیگر مقامات پر ایسے زمانے میں تباہ کر دیں جب کہ ابھی فن طباعت سے کتابیں چھاپنے کا کام نہیں لیا جانے لگا تھا - اس دشواری کے باوجود جو کچھ تھوڑا بہت مواد ھم تک پہنچ سکا ہے

اسکی مدد سے زمانہ جاہلیت کی تعلیمی حالت کا پتہ چلتا ہے، جس سے ہمیں حیرت ہوتی ہے اور اس قوم کے متعلق رشک ہونے لگتا ہے جو ان پڑھ ہونے پر فخر کرتی تھی۔ (۴)

اولاً ان کی زبان کو لیجئے۔ عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کوئی زبان اپنے لغات، محاورات اور ادبی کمالات میں اس زمانے میں ترقی کرتی ہے جب اس کے بولنے والوں کا تمدن عروج پر ہو، اور اس سے پہلے اس زبان کی اتنی حالت پست ہوتی ہے کہ اس کو جانوروں کی آواز سے کچھ ہی بلند قرار دیا جا سکتا ہے، کیونکہ اس وقت اس زبان میں نہ تو اونچے خیالات ادا کئے جا سکتے ہیں، اور نہ معمولی روز مرہ کی ضرورتوں کے سوا اس میں کوئی علوم و فنون ملتے ہیں۔ اگر اس معیار پر اسلام سے عین پہلے کی عربی زبان کو جانچا جائے تو ہم زبان کی نزاکت، لغات کی کثرت، قواعد صرف و نحو کے استحکام، اور خاصے بلند معیار کے نظم کے ذخیرے کے باعث حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مستند عربی زبان زمانہ جاہلیت کی سمجھی جاتی ہے، اسلامی تمدن کے عہد زریں کی زبان کو یہ حیثیت حاصل نہیں ہے۔ اگر ہم زمانہ حال کی کوئی زبان مثلاً جرمن، روسی، فرانسیسی یا انگریزی کو لیں، تو ان کے دو مؤلف جن میں ڈیڑھ ہزار سال کا زمانہ حائل ہو تو ایک ہی زبان کے یہ مولف ایک دوسرے کو بالکل نہیں سمجھ سکیں گے۔ اس کے برخلاف امرء القیس کی زبان اور قوائد صرف و نحو بالکل وہی ہیں جو مثلاً زمانہ حال کے مصری شعراء شوقی اور حافظ کے ہیں۔ قرآن اور حدیث اس ''جاہلی زبان،، میں ہیں جس پر عربی شہنشاہیت کے تمدن نے کوئی اثر قائم کرنے کا موقع نہیں پایا تھا۔ قرآن اور حدیث زمانہ جاہلیت کے بدویوں کو بھی اسی سہولت سے سمجھ میں آتے تھے، جتنا آج کسی جدید عربی کے متعلم کو۔ اسی زمانے

میں عربی زبان، لغات کی حد تک اتنی وسیع اور متمول ہوگئی کہ اس کا مقابلہ زمانہ حال کی انتہائی ترقی یافتہ مغربی زبانوں سے بھی بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ ان چیزوں کی مجھے تفصیل بیان کرنی غیر ضروری ہے، کیونکہ ہر عربی دان اس سے واقف ہے، میرا منشا صرف اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اسلام سے پہلے عربوں کی زبان جس پختگی اور وسعت سے بہرہ ور ہو چکی تھی وہ یقیناً اس بات کے بغیر ممکن نہیں کہ اس سے پہلے اس زبان کے بولنے والوں میں ادبیات کی بڑی صلاحیتیں اور بڑے چرچے رہے ہوں۔

بے شمار نظمیں اور لوریاں زمانہ جاهلیت کی طرف منسوب ہیں۔ خود نثر میں بہت سے خطبوں، تقریروں، ضرب المثلوں، کہانیوں، کاہنوں اور حکموں (پنچ) کے فیصلوں، رائدوں کی سجع وغیرہ کی صورت میں ہم تک ان کی یادگاریں پہونچی ہیں۔ ان کے دیکھنے سے ہر ناظر یہ اندازہ کرے گا کہ اس زمانے کے عربوں میں بلاغت، ظرافت، حسن ذوق، اور دقت نظر کا معیار کتنا بلند تھا!

خود لفظ ''عرب'' کے معنی ہیں وہ شخص جو اپنا مطلب اچھے طور سے واضح کر سکتا ہو۔ تمام غیر عرب ''عجم'' کہلاتے ہیں، جس کے معنی گونگے کے ہیں۔

یہاں تک تو استنباطات اور قیاس آرائیاں ہوتی رہیں۔ خود تاریخی واقعات بھی مفقود نہیں ہیں۔

بازار عکاظ میں ہر سال جو ادبی چرچا ہوا کرتا تھا اس کے باعث اسے ایک ''بین العرب لٹریری کانگریس'' کہنا بےجا نہ ہوگا۔ عکاظ نے مؤرخین اور مؤلفین کو ہمیشہ سے ہی لبھا رکھا ہے۔ حال میں جامعہ مصریہ کے پروفیسر احمد امین نے مجلہ کلیۃ الآداب میں اس موضوع پر ایک بہت اچھا مضمون لکھا ہے۔

مجھے یہاں عکاظ کی علمی سرگرمیوں کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ یہاں اس قدر کافی ہے کہ اس ادارے کا صرف نام لے لیا جائے جس نے عربی زبان کو معیاری بنانے کے لئے اتنا نمایاں حصہ لیا ہے۔

غیلان بن سلمہ ثقفی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے،(٥) کہ وہ ہفتے میں ایک دن علمی جلسہ منعقد کرتا جس میں نظمیں پڑھی جاتیں، اور ان پر تنقید ہوتی۔ ہفتے کے باقی دنوں میں وہ کسی دن عدل گستری کا کام انجام دیتا اور کسی دن دوسرے فرائض میں مشغول ہوتا۔ اس واقعے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جاہلیت میں طائف والوں کا علمی ذوق کتنا بلند تھا۔

اس زمانہ میں مکہ کی علم دوستی اس سے بھی کچھ زیادہ ہی بلند تھی۔ سبعہ معلقات مکے ہی کے معبد کعبے میں لٹکائے جاتے رہے اور اسی اعزاز اور امتیاز نے ان سات نظموں کو عربی ادبیات میں ایک لافانی زندگی عطا کردی ہے۔

ورقہ بن نوفل مکے کا ایک باشندہ تھا۔ اس نے زمانہ جاہلیت میں توریت اور انجیل کو عربی میں منتقل کیا تھا۔(٦)

غالباً یہ مکے والے ہی تھے جنہوں نے عربی زبان کو سب سے پہلے ایک تحریری زبان کی حیثیت عطا کی تھی(٧)۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ یہاں کے اجڈ سپاہی بھی لکھے پڑھے ہوا کرتے تھے۔ اس کی مزید تفصیل آگے آئے گی۔

قصہ نویسی، ناول اور ڈرامہ زمانہ حال کی ادبیات میں بہت بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ مکے والوں کو بھی اس کا ذوق تھا۔ چنانچہ چاندنی راتوں میں خاندانی اجتماع گاہوں پر یا شہر کے مرکزی دارالندوہ میں یہ لوگ جمع ہوتے

اور پیشہ ور قصہ گو وغیرہ وھاں برجستہ یا سنے ھوئے قصے بیان کرکے دلچسپی کا سامان مہیا کرتے۔ اس کے کچھ حوالے باب ''شہری مملکت مکہ،، میں ملیں گے ۔ اصطلاحاً یہ مسامرہ کہلاتا ۔

ادبی ذوق جاھلیت میں صرف عربوں ھی میں نہ تھا، بلکہ عرب میں رھنے والی دوسری قوموں میں بھی اس کا پتہ چلتا ھے ۔ چنانچہ یہودی سموأل بن عادیا اور دیگر یہودی اور نصرانی شعراء کے دیوان بھی پائے جاتے تھے۔ مدینہ منورہ کے یہودیوں نے ایک بیت المدارس قائم کر رکھا تھا جو نیم عدالتی اور نیم تعلیمی ادارہ ھوا کرتا تھا ۔ اور اسلام کے آغاز تک اس کا پتہ چلتا ھے ۔ دیکھئے سیرة ابن ھشام میں غزوہ بنی قینقاع وغیرہ ۔

زمانہ جاھلیت میں عربی زبان میں لکھنے پڑھنے کی چیزوں کے لئے بڑی کثرت سے الفاظ ملتے ھیں ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ھی حسب ذیل الفاظ کا ذکر ھے ورق اور قرطاس (کاغذ کے لئے) قلم، نون (دوات) نستنسخ، مرقوم، مسطور، مستطر، مکتوب، تخطہ ، تملی، یملل (لکھنے کے معنی میں جو مختلف افعال پائے جاتے ھیں یہ ان کے صیغے ھیں) سفرہ (کاتب) مداد (سیاھی)، اسفار، زبر، کتب، صحف، سجل (کتابوں اور تحریری چیزوں کے معنوں میں) وغیرہ ۔

عہد نبوی میں تبلیغی اور دیگر خطوط سیکڑوں کی تعداد میں عرب کے طول و عرض کے قبائل کے نام جاتے رھے (میری کتاب الوثائق السیاسیة ملاحظہ ھو) اس سے بآسانی اس کا ثبوت مل جاتا ھے کہ لکھنا پڑھنا عرب کے ھر حصے میں رائج تھا ۔

غرض یہ اور ان کی مماثل بنیادوں پر علوم و فنون کی وہ بلند عمارتیں بعد میں زمانہ اسلام کے عربوں نے کھڑی کیں، جن پر پورے کرۂ ارض کی علمی دنیا فخر کر سکتی ھے ۔

قبل هجرت

یہ چیز عام طور سے معلوم ہے کہ اسلام کا آغاز اس وقت سے ہوا جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس سال کی عمر میں وحی اتری۔ اس بات کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ نو عمری میں آپ نے لکھنے اور پڑھنے کے فن میں حصہ لیا ہو۔ آپ عمر بھر امی ہی رہے۔ اس کے باوجود یہ کس قدر اثر انگیز واقعہ ہے کہ خدا کے پاس سے آپ کو جو سب سے پہلی وحی آئی اس میں آپ کو حکم تھا ''اقرأ،، یعنی پڑھ، اور قلم کی ان الفاظ میں تعریف کی گئی تھی کہ جملہ انسانی علم اسی سے ہے:-

''پڑھ اپنے رب کے نام سے جو خالق ہے جس نے انسان کو ایک جمے ہوئے قطرۂ خون سے پیدا کیا۔ پڑھ یہ تیرا بزرگ رب ہی ہے جس نے قلم کے ذریعے سے تعلیم دی اور انسان کو وہ چیز بتائی جسے وہ نہیں جانتا تھا،،۔

(قرآن مجید سورہ ۹۶ - آیت ۱ تا ۴)

ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ خدا نے سب سے پہلے قلم ہی کو پیدا کیا۔ (۸)

سہولت کے لئے ہم بھی وہی مشہور تقسیم اختیار کر سکتے ہیں جو ہجرت و بعد ہجرت کے نام سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے متعلق استعمال کی گئی ہے، اور اسی تقسیم سے وہ زمانے بھی متعین ہو جاتے ہیں جب آپ کے ہاتھ میں دنیاوی اقتدار تھا یا نہیں تھا۔

یہ امر نمایاں کئے جانے کے قابل ہے کہ قریب قریب وہ تمام آیتیں جن میں لکھنے پڑھنے یا علم سیکھنے کا ذکر ہے وہ مکی آیتیں ہیں۔ اسکے برخلاف

مدنی آیتوں میں کام کرنے اور تعمیل کرنے پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ :-

۱) کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے برابر ہو سکتے ہیں؟
(قرآن مجید ۳۹ : ۹)

۲) تم کو علم سے تھوڑی مقدار دی گئی ہے۔ (قرآن مجید ۱۷ : ۸۵)

۳) اللہ سے اسکے بندوں میں صرف عالم ہی ڈرتے ہیں۔ (قرآن مجید ۳۵ : ۲۸)

۴) اور کہہ میرے آقا مجھے علم میں زیادتی عطا کر۔ (قرآن مجید ۲۰ : ۱۱۴)

۵) تمہیں وہ چیز سکھائی گئی جو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے آبا و اجداد۔ (قرآن مجید ۶ : ۹۲)

۶) اگر زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر سات دیگر سمندروں کے ساتھ سیاہی بن جائے تو بھی خدا کے کلمات ختم نہ ہو سکیں۔
(قرآن مجید ۳۱ : ۲۷)

۷) قسم ہے پہاڑ کی اور قسم ہے ایک کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے ایک جھلی پر جو پھیلائی گئی ہے۔ (قرآن مجید ۵۲ : ۱ تا ۳)

۸) نون! قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جو وہ لکھتے ہیں۔ (قرآن مجید ۶۸ : ۱)

۹) اگر ہم نے تجھ پر ایک واقعی تحریری چیز کاغذ پر لکھی ہوئی بھیجی ہوتی۔ (قرآن مجید ۶ : ۷)

۱۰) اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو یہ یاد رکھنے والوں سے پوچھ لو
(قرآن مجید ۱۶ : ۴۳)

یہ تمام مکی آیتیں ہیں۔

کسی قوم میں پیغمبر کا مبعوث ہونا تعلیم کے سوا کسی اور غرض کے

لئے نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہمیں حیرت نہ ہو کہ ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

اس کی تائید قرآنی آیتوں سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا :۔

۱) (ابراهیم اور اسمعیل نے دعا کی) اے همارے آقا ان کے پاس انہی میں کا ایک رسول بھیج جو انہیں تیری آیتیں سنائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیه کرے۔ تو هی طاقتور اور عقلمند ہے۔ (قرآن مجید ۲ : ۱۲۹)

۲) وهی ہے جس نے امیوں میں انہی میں کا ایک رسول بھیجا تاکہ انہیں اس کی ''آیتیں سنائے،، ان کا تزکیه کرے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ اگرچه اس سے پہلے وہ کھلی گمراهی میں مبتلا تھے۔ (قرآن مجید ۶۲ : ۲)

۳) بے شک خدا نے ایمان والوں پر مہربانی کی جب اس نے ان کے پاس انہی میں کا ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں سناتا ہے، ان کا تزکیه کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچه اس سے پہلے وہ فاش گمراهی میں مبتلا تھے۔ (قرآن مجید ۳ : ۱۶۴)

حقیقت میں تبلیغ اور تعلیم ایک هی چیز هیں، خاص کر ایسے شخص کے لئے جو مذهب و سیاست کو بالکل ایک دوسرے سے الگ اور آزاد چیزیں نه سمجھتا ہو۔ اور جس کا سطمح نظر یه هو که :۔

''اے همارے رب همیں اس دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی اور همیں آگ کے عذاب سے بچا۔ (قرآن مجید ۲ : ۲۰۱)

بیعت عقبه ثانیه جیسے ابتدائی زمانے میں، جو هجرت سے دو سال پہلے

منعقد ہوئی تھی کوئی ایک درجن مدینے والوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ تو ان کی خواہش پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ مکے سے ایک تربیت یافتہ معلم(۹) روانہ کر دیا تھا جو انہیں قرآن مجید کی تعلیم دے سکے اور دینیات اسلام سے واقف کرا سکے۔ بے شبہہ اس ابتدائی زمانے میں تعلیم سے مراد صرف مبادی دین اور عبادت کے طریقوں کی تعلیم ھی ھو سکتی تھی۔

زمانہ قبل ھجرت کی سب سے اھم چیز جو اس سلسلے میں بیان کی جاسکتی ھے یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتبوں کو مقرر کر رکھا تھا جن کا کام یہ تھا کہ جیسے جیسے وحی نازل ھوتی جائے اس کو لکھ لیں اور اس کی نقل کریں۔ چنانچہ تاریخ بتاتی ھے کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لانے لگے تو انہیں قرآن مجید کی چند سورتیں اپنی بہن کے گھر لکھی ھوئی ملیں تھیں۔ ان کی بہن بھی پڑھنا جانتی تھیں۔

اس سلسلے میں سب سے آخر میں حضرت موسیٰ ع کے قصے کی طرف اشارہ کرنا چاھتا ھوں جو قرآن شریف کی ایک مکی سورت (کہف) میں مذکور ھے کہ کس طرح وہ طلب علم کیلئے گھر سے نکلے، سفر کی صعوبتیں برداشت کیں اور دل دھلانے والے تجربے حاصل کئے۔ اس قصہ کا ما حصل یہ ھے کہ علم میں زیادتی کی خواھش ھو تو بیرونی ممالک کا سفر ناگزیر ھے۔ (۱۰)

بعد ھجرت :

ھمارے پاس بعد ھجرت زمانے کے متعلق جو مواد ھے اس کو سنہ وار ترتیب دینے کی جگہ فن وار مرتب کرنا زیادہ آسان ھو گا۔ مثلاً مدرسوں کا انتظام، امتحانات، اقامت خانے، ابتدائی تعلیم اور لکھنا پڑھنا سکھانے کا بندوبست، اجنبی زبانوں کی تعلیم، نصاب تعلیم، عورتوں کی تعلیم، صوبہ جات میں تعلیمی انتظام، صوبہ جات میں دورہ اور تنقیح کرنے والے افسر وغیرہ۔

ہم ابھی اوپر بیان کر چکے ھیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ھجرت سے بھی پہلے ایک معلم کو مدینہ منورہ روانہ کیا تھا جس کے کارنامے تاریخ نے محفوظ رکھے ھیں ۔ جب ھجرت کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود مدینہ منورہ پہنچے تو بےشمار اور بےحد اھم جنگی اور سیاسی مصروفیتوں کے باوجود آپ اس کے لئے وقت نکال لیا کرتے تھے کہ مدینہ منورہ سے ناخواندگی کو دور کرنے کے کام کی شخصی طور پر نگرانی کر سکیں ۔ چنانچہ اس سلسلے میں آپ نے سعید بن العاص کا تقرر کیا تھا کہ لوگوں کو لکھنے اور پڑھنے کی تعلیم دیں ۔ یہ بہت خوش نویس (۱۱) بھی تھے ۔ ایک دوسرے راوی کے الفاظ میں ان کو ''معلم حکمت،، بنایا گیا تھا ۔(۱۲) جس سے لکھنے پڑھنے کو جو عظیم اھمیت دی جاتی ھے اس کا اندازہ ھو سکتا ھے ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم کو خواندگی سے اتنی دلچسپی تھی کہ ھجرت کے ڈیڑھ ھی سال بعد جب ساٹھ ستر سکے والے جنگ بدر میں گرفتار ھو کر مدینہ لائے گئے تو آپ نے ان لوگوں کو جو مالدار نہ تھے ان کی رھائی کے لئے یہ فدیہ مقرر کیا تھا کہ مدینہ کے دس دس بچوں کو لکھنا سکھائیں ۔(۱۳) ایک بڑے محدث نے اس واقعے کا عنوان رکھا ھے ''باب جواز المعلم المشرک،، ۔ حضرت عبادہ ابن صامت کہتے ھیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے صفہ میں اس غرض سے مامور کیا تھا کہ لوگوں کو لکھنے کی اور قرآن مجید کی تعلیم دوں ۔(۱۴)

صفہ سے مراد مکان کا ملحق حصہ ھوتا ھے ۔ یہ مسجد نبوی میں ایک احاطہ تھا جو اس غرض کے لئے مختص کردیا گیا تھا کہ باھر سے تعلیم کے لئے آنے والوں بلکہ خود مقامی بےگھر طالب علموں کے لئے دارالاقامہ کا بھی کام دے اور مدرسہ کا بھی ۔ اس اقامتی درسگاہ میں لکھنے پڑھنے کے علاوہ فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی ۔ قرآن مجید کی سورتیں زبانی یاد کرائی جاتی تھیں ۔

فن تجوید سکھایا جاتا تھا ۔ اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیم کا بندوبست تھا(۱۵) جس کی نگرانی خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شخصی طور سے فرمایا کرتے تھے اور وھاں رھنے والوں کی غذا وغیرہ کا بندوبست کیا کرتے تھے ۔ یہ طلبا فرصت کے اوقات میں طلب روزگار میں مصروف ھوا کرتے تھے ۔(۱۶)

درسگاہ صفہ میں نہ صرف مقیم طلبہ کی تعلیم کا انتظام تھا بلکہ ایسے بھی بہت سے لوگ آتے تھے جن کے مدینے میں گھر تھے اور وہ صرف درس کے لئے وھاں حاضر ھوا کرتے تھے ۔ وقتاً فوقتاً عارضی طور سے درس گاہ میں شریک ھونے والوں کی بھی کمی نہ تھی ۔ مقیم طلبہ کی تعداد گھٹتی بڑھتی رھتی تھی، اور ایک بیان سے ایسا معلوم ھوتا ھے کہ ایک وقت ان کی تعداد ستر بھی تھی ۔(۱۷) عبدالرحمن الاصم البکائی درسگاہ صفہ کے رفقاء میں سے ایک تھے ۔(۱۸) مقامی طلبہ کے علاوہ دور دراز کے قبائل سے بھی طلبہ آتے اور اپنا ضروری نصاب مکمل کرکے اپنے وطنوں کو واپس ھو جاتے ۔(۱۹)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے کسی تربیت یافتہ صحابی کو قبائلی وفود کے ساتھ ان کے مسکنوں کو روانہ کر دیتے تاکہ وہ اس علاقے میں دینیات کی تعلیم کا بندوبست کریں جس کے بعد وہ مدینہ واپس آجاتے ۔(۲۰)

ھجرت کے ابتدائی سالوں میں معلوم ھوتا ھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مستقل دستور تھا کہ جب مدینے کے باھر کے لوگ مسلمان ھوتے تو ان کو حکم دیا جاتا کہ ترک وطن کرکے مرکز اسلام کے قریب آبسیں(۲۱) جھاں بعض اوقات ان کو اپنی نوآبادی بسانے کے لئے سرکاری زمینیں بھی دی جاتیں ۔(۲۲)

ترک وطن کے اس حکم میں جو فوجی، سیاسی، اور تمدنی اغراض پوشیدہ تھے وہ ظاھر ھیں ۔ ابن سعد(۲۳) نے بیان کیا ھے کہ ایک مرتبہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبیلے میں جو نیا نیا مسلمان ہوا تھا ایک معلم روانہ کیا۔ معلموں کو ہجرت کے متعلق جو عام ہدایتیں تھیں اس کی انھوں نے لفظی تعمیل کی اور کہنا شروع کیا کہ جو ہجرت نہ کرے گا وہ مسلمان ہی نہیں سمجھا جائے گا۔ قبیلے والے پریشان ہوئے مگر تھے سمجھدار۔ انھوں نے اپنا ایک وفد مدینہ روانہ کیا تاکہ براہ راست جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کریں کہ ہجرت کے حکم کا کیا منشا ہے؟ اور یہ عرض کریں کہ انھیں اپنا وطن چھوڑنے میں کس قدر عظیم معاشی نقصان ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مشکلات کو سن کر انھیں اجازت دی کہ وہ اپنے وطن ہی میں رہیں اور ان کے ساتھ وہی سلوک ملحوظ رکھا جائے گا جو اسلامی سرزمین میں ہجرت کرنے والوں کے ساتھ رکھا جاتا تھا۔

مدنی زندگی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مستقل حکمت عملی تھی کہ قبائل میں تعلیم و تربیت کے لئے معلم روانہ کریں، بیر معونہ کے واقعے میں ستر قاریان(۲۴) قرآن بھیجے گئے تھے۔ جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ انھیں نجد کے ایک آباد علاقے میں کثیر قبائل میں کام کرنا تھا۔

قبائلی نمائندوں کا تعلیم کی غرض سے مدینہ آنا بھی کوئی شاذ و نادر واقعہ نہ تھا۔(۲۵) اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، ایسے لوگوں کے قیام و طعام و تربیت کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود شخصی طور پر نگرانی فرماتے تھے اور یہ لوگ عموماً صفہ میں ٹھہرائے جاتے تھے۔

مدینہ منورہ میں صفہ واحد درسگاہ نہ تھی بلکہ یہاں کم از کم نو مسجدیں عہد نبوی میں تھیں۔(۲۶) اور اس میں کوئی شبہہ نہیں ہے کہ ہر مسجد اپنے آس پاس والوں کے لئے درسگاہ کا بھی کام دیتی تھی، خاص کر بچے وہاں پڑھنے آیا کرتے تھے۔ قبا، مدینہ منورہ کے جنوب میں کوئی دو

ڈھائی میل پر واقع ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وقتاً فوقتاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے اور وہاں کی مسجد کے مدرسے کی شخصی طور سے نگرانی فرماتے تھے۔(۲۷) بعض احادیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عام حکم ان لوگوں کے متعلق محفوظ ہیں جو اپنے محلے کی مسجد کے مدرسے میں تعلیم پاتے تھے۔(۲۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی احکام صادر کئے تھے کہ لوگ اپنے ہمسائیوں سے تعلیم حاصل کریں۔(۲۹)

ایک دلچسپ واقعہ حضرت عبداللہ بن عمر و بن العاص نے بیان کیا ہے(۳۰) کہ ایک دن جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہاں دو قسم کے لوگ موجود ہیں، کچھ لوگ نوافل اور خدا کی عبادت میں مشغول تھے اور کچھ لوگ فقہ کی تعلیم اور تعلم میں منہمک۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دونوں ہی لوگ اچھا کام کر رہے ہیں۔ البتہ ایک کا کام زیادہ اچھا ہے۔ جو لوگ خدا سے کچھ مانگ رہے ہیں ان کے متعلق خدا کی مرضی ہے چاہے تو دے چاہے تو نہ دے، البتہ دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو علم حاصل کر رہے ہیں اور جہالت کو دور کر رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ خود میں بھی معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے اس حلقے میں اپنے لئے جگہ بنائی جہاں درس ہو رہا تھا۔

یہاں اس مشہور اور اکثر حوالہ دی جانے والی حدیث کا ذکر کیا جا سکتا ہے کہ جس میں کہا گیا ہے کہ شیطان پر ایک عالم ہزار عابدوں سے زیادہ سخت گزرتا ہے۔(۳۱)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی شخصی طور سے اعلی تعلیم دیا کرتے تھے۔(۳۲) حضرت عمر وغیرہ بڑے صحابہ ان درسوں میں شریک رہا

کرتے تھے جہاں قرآن وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے حلقہ ہائے درس کا اکثر معائنہ کیا کرتے تھے۔ اگر وہاں کوئی بے عنوانی نظر آتی تو فوراً تدارک فرما دیا کرتے۔ چنانچہ ترمذی میں ہے(۳۳) کہ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قضا و قدر کے متعلق کچھ مباحثہ سنا۔ آپ اپنے حجرے سے باہر آئے۔ مارے غصے کے آپ کا چہرہ تمتما رہا تھا، اور راوی کے الفاظ میں ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ انار کا رس آپ کے رخساروں اور پیشانی پر نچوڑ دیا گیا ہے۔ آپ نے اس موضوع پر بحث مباحثے سے منع کردیا اور ارشاد فرمایا کہ بہت سی گذشتہ امتیں اسی مسئلے میں الجھ کر گمراہ ہوگئی تھیں۔

یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک طے شدہ طریقہ تھا کہ صرف وہی لوگ قوم کی سیادت، سرداری اور رہنمائی کریں اور نتیجۃً مسجدوں میں امام بنیں جو قرآن مجید اور سنت کے زیادہ سے زیادہ ماہر ہوں، جیسا کہ صحیح مسلم میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ کوششیں بیکار نہ گئیں اور خواندگی میں اس قدر تیزی سے ترقی ہوئی کہ ھجرت کو چند ہی دن گزرے تھے کہ قرآن مجید نے حکم دیا کہ ہر وہ تجارتی معاملہ جس میں رقم ادھار ہو صرف تحریری طور پر انجام پائے اور ایسی دستاویز پر کم از کم دو اشخاص کی گواہی لی جایا کرے۔ اس کا منشا قرآن کے الفاظ میں یہ تھا کہ اس طرح کی تحریری گواہی ''خدا کے نزدیک زیادہ منصفانہ ہے اور شہادت کے اغراض کے لئے زیادہ مستحکم وسیلہ ہے اور شبہات پیدا ہونے کی صورت میں رفع شک کا بہترین ذریعہ ہے،،۔(۳۴)

مدینے میں خواندگی کی کثرت ہو جانے کے باعث اس حکم سے کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ اور ظاہر ہے کہ ملک میں خواندگی کی وسعت کے

بغیر ایسا حکم نہیں دیا جاسکتا تھا - گو اس میں شک نہیں کہ پیشہ ور کاتبوں کا بھی اس زمانے میں پتہ چلتا ہے -(۳۵)

ہجرت کے بعد ہی سے سیاسی معاہدات، سرکاری خط و کتابت، ہر فوجی مہم میں جانے والے رضاکاروں کے ناموں کی فہرستیں(۳۶)، مختلف مقامات مثلاً مکہ، نجد، خیبر، اوطاس وغیرہ میں خفیہ نامہ نگار(۳۷) جو عموماً تحریری طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مقام کے حالات سے اطلاع دیا کرتے تھے، نیز مردم شماری(۳۸) اور اسی طرح کی بہت سی چیزیں اس بات میں ممد و معاون ہوئیں کہ خواندگی روز بروز بڑھتی ہی جائے - تاریخ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی ڈھائی تین سو خط محفوظ رکھے ہیں - (۳۹) صحیح تعداد اس سے بہت زیادہ ہونی چاہئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت دس لاکھ مربع میل کے علاقے پر پھیلی ہوئی تھی اور دس سال تک آپ کو حکمرانی کے فرائض انجام دینے پڑے تھے -

عرب میں خطوط پر مہر لگانے کا رواج سب سے پہلے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوا -(۴۰) آپ کو خط کی صفائی اور وضاحت کا جس قدر لحاظ رہتا تھا اس کا اندازہ ان چند احادیث سے ایک حد تک ہو سکتا ہے جن میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کاغذ کو موڑنے سے پہلے اس کی سیاہی کو ریت ڈال کر خشک کرلو-(۴۱) یا یہ کہ حرف 'س' کے تینوں شوشے برابر دیا کرو اور اس کو بغیر شوشوں کے نہ لکھا کرو-(۴۲) - غالباً یہ حکم اس لئے تھا کہ شوشے نہ دینا احتیاط پسندی کے فقدان اور سستی پر دلالت کرتا ہے - یا یہ کہ لکھتے ہوئے اگر کچھ رکنا پڑے تو کاتب کو چاہئے کہ قلم اپنے کان پر رکھ لے - کیونکہ اس سے لکھوانے والے کی زیادہ آسانی سے یاد دہانی ہو جاتی ہے -(۴۳) بولنے میں ذہن منتشر ہو جاتا ہے -

عہد نبوی ہی میں ایک فنی ذوق یا تخصص بھی ترقی کر گیا تھا، اور خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس کی حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جن کو قرآن سیکھنا ہو وہ فلاں صحابی کے پاس جائے۔ جس کو تجوید یا تقسیم ترکہ کا حساب سیکھنا ہو وہ فلاں کے پاس جائے۔(۴۴) وغیرہ۔

متعدد حدیثوں میں معلموں کو معاوضہ قبول کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔(۴۵) عبادہ بن صامت کی روایت ہے کہ وہ درس گاہ صفہ میں قرآن اور فن تحریر کی تعلیم دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شاگرد نے انہیں ایک کمان نذر کی مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کو قبول کرنے سے روک دیا۔(۴۶) یہ واقعہ ابی بن کعب کے متعلق بھی بیان کیا جاتا ہے۔(۴۷)

ایک مملکت کے حاکم اعلی کی حیثیت سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو مترجمین (۴۸) کی بھی ضرورت ہوا کرتی تھی، جو غیر زبانیں جانتے ہوں۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت جو دربار رسالت کے میر منشی کہے جاسکتے ہیں فارسی ، حبشی، عبرانی اور رومی (یونانی) جانتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ انہیں حکم دیا تھا کہ وہ عبرانی خط لکھنا اور پڑھنا بھی سیکھ لیں۔ اور چند ہفتوں میں وہ اس میں طاق ہوگئے تھے۔(۴۹) چنانچہ یہودیوں کو اگر کوئی خط بھیجا جاتا یا ان کے پاس سے کوئی خط آتا تو حضرت زید بن ثابت اس کو لکھ یا پڑھ لیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کے متعلق بھی مشہور ہے کہ کثیر زبانیں جانتے تھے۔ معلوم نہیں مبالغہ ہے یا واقعہ کہ ان کے پاس ایک سو غلام ایسے تھے جن میں سے ہر ایک کی بولی الگ الگ تھی اور حضرت عبداللہ ان میں سے ہر ایک سے اسی کی زبان میں گفتگو کیا کرتے تھے۔(۵۰)

نصاب کا مسئلہ ایسا ہے کہ اس پر پوری صحت کے ساتھ کوئی رائے دینا دشواری سے خالی نہیں ۔ ہمارے پاس جو مختصر و محدود سواد ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہر جگہ ایک ہی نصاب جاری نہ تھا ۔ معینہ کتب کو پڑھانے کی جگہ معینہ معلم کے پاس لوگ جاتے ۔ اور وہ جو پڑھا سکتا اس سے پڑھتے ۔ بہرحال اتنا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و سنت کے ہمہ گیر نصاب کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ نشانہ بازی(۵۱)، پیراکی(۵۲)، تقسیم ترکہ، ریاضی(۵۳)، مبادی طب(۵۴)، علم ہیئت، علم انساب اور علم تجوید قرآن کی تعلیم دی جایا کرے ۔ ایک حدیث میں یہ بھی حکم ہے کہ استاد کی عزت کی جائے ۔(۵۵) یا علم بغیر عمل کے بے سود ہے وغیرہ ۔

مکے کے باشندوں کو زبان کی صفائی کا بے حد لحاظ رہتا تھا، اور وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ ان کے بچے صحرا کی آزاد زندگی میں پرورش پائیں ۔ اور مکے کی رنگا رنگ آبادی میں مل کر متاثر نہ ہوں ۔ اس لئے وہ اپنے نوزائیدہ بچوں کو مختلف قبائل میں بھیج دیتے تھے ۔ جہاں وہ کئی سال رہ کر والدین کے پاس واپس آتے ۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس سے سابقہ رہا تھا، اور آئندہ زندگی میں آپ اسے یاد کیا کرتے تھے ۔ کہتے ہیں کہ معززین مکہ میں اس کا رواج آج چودھویں صدی کے وسط میں بھی چلا آتا ہے ۔

تربیت دلانے کا ایک دوسرا طریقہ مکے والوں نے یہ اختیار کیا تھا کہ تجارت کے لئے جو کارواں جایا کرتے تھے ان میں کسی معمر کے ساتھ نو عمروں کو بھیج دیا کریں ۔ چونکہ مکے کی معاشی زندگی کا دارومدار بڑی حد تک تجارت پر تھا اس لئے تربیت کے طریقے کی اہمیت مکے والوں کے لئے جیسی کچھ تھی ظاہر ہے سفر کے تجارب کا فائدہ ماسوا تھا ۔

اس زمانے میں نو عمروں اور معمروں کی تعلیمی ضرورت کے فرق کو محسوس کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ احادیث میں واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ بچوں کو کن چیزوں کی تعلیم دینی چاہئے۔ نشانہ بازی اور پیراکی خاص طور سے بچپن ہی سے سکھائی جاتی تھی۔ اسی طریقہ سے نماز پڑھنے کا طریقہ بھی بچپن ہی سے بچوں کو سکھایا جاتا تھا اور سات برس کی عمر کے بعد بچے نماز نہ پڑھیں تو انھیں سزا دینے کا حکم تھا۔ (۵۶)

عورتوں کے ساتھ علیحدہ سلوک کیا جاتا تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفتے میں ایک دن مقرر کر لیا تھا جب آپ عورتوں کے خصوصی مجمع میں تشریف لے جاتے تھے ان کو تعلیم دیتے اور ان کے سوالات کا جواب دیتے۔(۵۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لئے چرخہ کاتنا سب سے اچھا مشغلہ قرار دیا تھا۔(۵۸) ایک حدیث میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و اجازت سے ایک خاتون نے آپ کی بیوی بی بی حفصہ کو لکھنے پڑھنے کی تعلیم دی تھی۔(۵۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ کو فقہ اور دیگر اسلامی علوم، نیز ادب، شاعری اور طب میں بڑا دخل تھا(۶۰) یہاں تک کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدھا علم عائشہ سے حاصل کرو۔(۶۱) قرآن نے بھی رسول کریم کی بیویوں پر ایک خصوصی فریضہ عاید کیا ہے کہ وہ دوسروں کو تعلیم دیا کریں۔(۶۲) ایک حدیث میں بیان ہوا ہے کہ جس کسی کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اسے تعلیم دے اور اچھی تعلیم دے اور اس کی تربیت کرے اور اچھی تربیت کرے، پھر اس کو آزاد کرکے باضابطہ نکاح کرے، تو اسے دگنا ثواب ملے گا۔(۶۳)

رفتہ رفتہ مملکت اسلامیہ جو ابتداءً ایک شہر مدینہ کے کچھ حصہ پر

مشتمل تھی پھیلتی گئی اور نہ صرف خانہ بدوش بدوی، بلکہ شہروں میں مستقل سکونت رکھنے والے عربوں نے بھی بڑی تعداد میں اسلام قبول کرنا شروع کیا۔ ایک نئے دین کے قبول کرنے کا ناگزیر نتیجہ تھا کہ ایک وسیع تعلیماتی نظام قائم ہو جو دس لاکھ مربع میل کے رقبے کی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ عہد نبوی کے اختتام پر حکومت اسلامی باوجود اس قدر وسیع رقبے پر مشتمل ہونے کے دینیات کی تعلیم کی ضرورتوں سے اچھی طرح عہدہ برآ ہونے لگی تھی۔ کچھ تو مرکز مدینہ سے بڑے بڑے مقامات پر تربیت یافتہ معلم بھیج دئے جاتے تھے کچھ صوبہ وار گورنروں کے فرائض منصبی میں یہ امر صراحت کے ساتھ شامل کردیا جاتا تھا کہ وہ اپنے ماتحت علاقے کی تعلیمی ضرورتوں کا مناسب انتظام کریں۔(٦٤) یمن کے گورنر عمر و بن حزم کے نام جو طویل تقرر نامہ یا ھدایت نامہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا تھا اسے تاریخ نے محفوظ رکھا ہے۔(٦٥) اس میں بھی گورنر کو ہدایت ہے کہ لوگوں کے لئے قرآن، حدیث، فقہ اور علوم اسلامیہ کی تعلیم کا بندوبست کریں۔ اسی دستاویز میں ایک دلچسپ جملہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذھبی اور دنیوی تعلیم میں کس طرح فرق کرنا چاہئے۔ اور وہ جملہ یہ ہے کہ ''لوگوں کو اس بات کی نرمی سے ترغیب(٦٦)دو کہ وہ دینیات کی تعلیم حاصل کریں'' گورنروں کو جس تعلیم کے رائج کرنے کا حکم تھا اس میں دینیاتی ضرورتوں میں سے وضو، جمعہ کا غسل، نماز با جماعت، روزہ اور حج کعبہ کے احکام شامل تھے۔

صوبہ وار درس گاھوں کا معیار بلند کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوبہ یمن میں ایک صدر ناظر تعلیمات مقرر کیا تھا، جس کا کام یہ تھا کہ مختلف اضلاع و تعلقات میں ہمیشہ دورہ کرتا رہے اور وہاں کی

تعلیم اور تعلیم گاھوں کی نگرانی کرے۔(٦٧) کوئی تعجب نہیں جو اور صوبہ جات میں بھی اس طرح کے افسر ماسور کئے گئے ھوں۔

آخر میں تعلیم کی نظری حیثیت کے متعلق قرآن و حدیث کے بعض احکام کی جانب اشارہ کرنا بے محل نہ ھوگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ھم دیکھتے ھیں کہ شروع سے آخر تک بار بار صاف اور صریح الفاظ میں اندھی تقلید کو برا ٹھہرایا گیا ھے۔(٦٨) اور اس بات کا حکم دیا گیا ھے کہ ھر شخص خود اپنے طور پر غور و فکر کرے اور کسی رسم و رواج کی پیروی محض آبائی و سوروثی ھونے کی بنا پر نہ کرے۔(٦٩) کسی اور مذھبی کتاب میں فطرت کے مطالعہ پر اتنا زور نہیں دیا گیا ھوگا جتنا قرآن مجید میں ھے، کہ سورج، چاند، سمندر کی موجیں، دن اور رات، چمکتے ستارے، دمکتی فجر، پودے اور حیوانات — تمام ھی فطرت کے تابع بنائے گئے ھیں۔ جن سے ان کے خالق کی قدرت کا مظاھرہ ھوتا ھے۔ قرآن مجید کے مطابق علم لامتناھی ھے۔ (٧٠) اور بڑے سے بڑے عالم کا علم بھی تھوڑا ھی ھوتا ھے۔ یہ کہ سارا عالم انسان کی خدمت کے لئے پیدا کیا گیا ھے اور انسان جو زمین میں خدا کا نائب ھے اپنے برتاؤ اور کردار کے مطابق جانچا جائے گا۔ اسی طرح قرآن مجید میں اس کا بار بار ذکر ھے کہ حق و صداقت کی پیروی کی جانی چاھئے۔ اور سوروثی عقائد و رواجات سے متاثر نہیں ھونا چاھئے۔

احادیث میں علماء کی بڑی تعریف کی گئی ھے اور ان کو سب سے بہتر انسان قرار دیا گیا ھے۔(٧١) حتی کہ ان کو انبیاء کا وارث قرار دیا گیا ھے۔ (٧٢) آخر میں ایک حدیث کا ذکر کیا جا سکتا ھے جس کا اکثر حوالہ آتا ھے، اگرچہ ماھرین اس کو اس کے موجودہ الفاظ میں صحیح حدیث نہیں سمجھتے۔ لیکن اس کا مفہوم قرآن اور حدیث کی عام تعلیمی پالیسی سے ھم آھنگ

ہے ۔ یعنی ''علم حاصل کرو ، اگرچہ چین ہی میں کیوں نہ ہو کیونکہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت کا فریضہ ہے،، ۔ (۳۷)

ایک حدیث میں یہ دعاء ماثور ہے اور اسی پر یہ تبصرہ ختم کیا جاتا ہے کہ ''اے خدا میں تجھ سے علم نافع اور رزق طیب اور عمل مقبول کی استدعا کرتا ہوں،، (۴۷)

اللھم انی اسئلك علماً نافعاً ورزقاً طیباً و عملاً متقبلاً ۔ آمین !

حواشی

(۱) سینٹ ھیلنا کی یاد داشتیں (فرانسیسی) جلد ۳ ص ۱۸۳ ۔

(۲) '' زمانہ جاھلیت کا معاشی نظام '' ۔

(۳) باب ''شہری مملکت مکہ،، ۔

(۴) خود ایک حدیث میں ہے ''ھم ایک امی قوم ھیں، لکھنا اور حساب کرنا ھمیں نہیں آتا،، انا امة امية لا نكتب ولا نحسب) مختصر جامع ۔ بیان العلم ص ۳۵ ۔

یہ حدیث صحیح بخاری وغیرہ میں بھی ہے اس میں اصل میں تو زمانہ اسلام میں قمری مہینوں کے اختیار کی وجہ بتائی گئی ہے، لیکن ضمناً اس سے شاید زمانہ جاھلیت کے تصورات کا اندازہ کرنے میں مدد لی جا سکتی ہے ۔

(۵) الازمنة والا مكنة، مؤلفہ مرذوقی جلد ۲ ص ۷۹ تا ۸۰ نیز معارف ابن قتیبہ برموقع ۔

(۶) اس کا توراۃ کی جگہ لفظ ناموس موسیٰ استعمال کرنا شاید اس لئے ہو کہ وہ یونانی جانتا تھا اور یونانی سے ترجمہ کیا تھا ۔ یا سریانی جانتا ھو ۔

(۷) فہرست ابن ندیم ص ۷ ۔ نیز کتاب الخراج مؤلفہ قدامہ بن جعفر کا ٹکڑا جو آکسفورڈ میں ہے (مگر غلطی سے قلاقہ کی طرف منسوب ہے) ۔

(۸) ترمذی ۴۴ / ۶۸ ۔ ابو داؤد ۳۹ / ۱۶ ۔ ابن حنبل جلد ۵ ص ۳۱۵ ۔ طیالسی ص ۵۷۷ ۔

(۹) سیرۃ ابن ھشام ص ۲۸۸ ۔

(۱۰) طلب علم کے لئے سفر کے سلسلے میں دیکھئے مقدمہ دارمی ص ۴۶ ۔

(۱۱) استیعاب ابن عبدالبر ص ۳۹۳، نیز نظام الحکومة النبویہ مؤلفہ کتانی ۱/۲۸ بحوالہ ابو داؤد

(۱۲) کتاب المحبر مؤلفہ ابن حبیب ص ۴۶۰

(۱۳) ابن سعد ۲ / ۱ ص ۱۴، ۱۷، سہیلی ۲ / ۹۲ ، مسند ابن حنبل ۱ / ۲۴۷، کتانی کتاب مذکور ۱ / ۴۸

(۱۴) کتانی بحوالہ ابن داؤد، کتاب البیوع باب کسب المعلم وغیرہ

(۱۵) یہ تقسیم بعد کی ہے ۔ (مدیر)

(۱۶) بخاری باب سریہ بیر معونہ

(۱۷) مسند ابن حنبل جلد ۳ ص ۲۷۱

(۱۸) عبدالرحمن الأصم البکائی من اصحاب الظلة یعنی الصفة، ابن سعد ۱ / ۴ ص ۴۷

(۱۹) بخاری باب رحمة البھائم نیز تفسیر طبری جلد (۱۱) ص ۵۰ ۔ نیز تفسیر خازن میں سورہ (۹) آیت ۱۲۲ کی تفسیر جہاں قرآن مجید میں حکم ہے کہ ہر شخص جنگ پر چلا نہ جائے بلکہ چند لوگ تعلیم حاصل کرکے رہنمائی کا فریضہ انجام دیں ۔ نیز عبدالبر کی کتاب العلم ص ۲۰ تا ۲۱

(۲۰) کتانی کی نظام الحکومة النبویہ جلد ۱ ص ۴۳ و ما بعد

(۲۱) دیکھئے باب ھجرت یا نو آبادکاری

(۲۲) ابو داؤد جلد ۲ ص ۳۲ وغیرہ

(۲۳) طبقات ابن سعد باب الوفود ۔ وفد عبس ۱ / ۲ ص ۴۲

(۲۴) بخاری : سریہ بیر معونہ

(۲۵) اس کی تفصیل اوپر آچکی ہے

(۲۶) وکانت بالمدینة تسعة مساجد فکانوا یصلون فیہا و یجمعون مع رسول اللہ (انساب بلاذری ۱ / ۳۰۴ ابو داؤد کی کتاب المرسل ۔ عینی شرح بخاری جلد ۲ ص ۴۶۸

(۲۷) ابن عبدالبر کی کتاب العلم ص ۹۷

(۲۸) ابن عبدالبر کی کتاب العلم ص ۱۴

(۲۹) کتانی کی نظام الحکومة النبویہ جلد ۱ ص ۱۴، نیز بخاری املاء نبوی بیان حضرت عمرؓ

(۳۰) ابن عبدالبر کی کتاب العلم ص ۵۱ نیز دیگر کتب حدیث

(۳۱) سیوطی کی جمع الجوامع تحت عنوان ''عالم و فقیہ،، بحوالہ بخاری و دیلمی۔ نیز ترمذی باب العلم

(۳۲) اعلی و ادنی کی تقسیم اس میں نہیں تھی یہ آج کی اصطلاحات ھیں ۔ آج کی اصطلاحات کا اس دور پر انطباق ضروری نہیں (مدیر)

(۳۳) شمائل ترمذی بر موقع

(۳۴) قرآن مجید ۲ / ۲۸۲

(۳۵) کتانی کی کتاب الحکومة النبویہ ۱ / ۲۷۵ تا ۷۷

(۳۶) کتانی ۔ کتاب مذکور جلد ۱ ص ۲۲۱، بحوالہ صحیح مسلم

(۳۷) کتانی ۱ / ۳۶۲ تا ۶۳ ۔ (اگرچہ مولانا سلیمان ندوی کے خیال میں خفیہ نامہ نگار کی اصطلاح صحیح نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کسی نے اتفاقاً کوئی اطلاع بھیج دی ہو۔ لیکن کتانی کا یہ بیان متعدد اور صریح تذکروں پر مبنی ہے)

(۳۸) صحیح بخاری ۵۶ : ۱۸۱ کے مطابق ایک مرتبہ مسلم شماری کی فہرست سے پندرہ سو اندراجات شہر مدینہ میں ہونے معلوم ہوئے تھے، جو ظاہر ہے کہ ابتدائے ہجرت کا زمانہ ہوگا۔

(۳۹) اس پر جدید ترین تالیف الوثائق السیاسیہ کے نام سے میں نے شائع کی ہے

(۴۰) کتانی ۱ / ۱۷۷ ، فتوح البدان مؤلفہ بلاذری باب الخاتم

(۴۱) اذا کتب احدکم کتابا فلیتربہ فانہ انجح لحاجتہ (ترمذی عن جابر) : تربوا صحفکم انجح لھا فان التراب مبارک (ابن ماجہ عن جابر) کنز العمال ۳ / ۳۹۹۷ تا ۹۸ - کتانی ۱ / ۱۲۶

(۴۲) کتانی ۱ / ۱۲۵ ما بعد

(۴۳) کتانی ۱ : ۱۲۵ ما بعد (اگرچہ اوپر کی تینوں باتیں مجھے صحیح حدیثوں میں نہیں ملیں یہ ناممکن یا غیر معقول چیزیں نہیں ھیں)

(۴۴) طبقات ابن سعد بر موقع

(۴۵) سیوطی کی جمع الجوامع تحت عنوان ''علماء،، بحوالہ طبرانی نیز بخاری ۳۷ / ۱۶ ابو داؤد ۲۲ / ۳۶

(۴۶) ابو داؤد جلد ۲ ص ۱۳۹ ، اس کا ذکر شبلی کی سیرۃ النبی طبع دوم جلد ۲ ص ۸۸ میں بھی ہے

(۴۷) شرح سیر کبیر ۴ / ۱۵۸

(۴۸) کتانی ۱ / ۲۰۲ بحوالہ العقد الفرید مؤلفہ ابن عبد ربہ وغیرہ

(۴۹) ایضاً ۱ / ۲۰۳ بحوالہ بخاری وغیرہ سنن ابی داؤد

(۵۰) کتانی ۲۰۳ / ۲۰۷ (بحوالہ مرأۃ الزمان لسبط ابن جوزی و تاریخ الخلفاء۔ السیوطی ص ۸۳)

(۵۱) جمع الجوامع مؤلفہ سیوطی، تحت عنوان''علموا،،۔ بحوالہ ابن مندہ، ابو نعیم و دیلمی، نیز تحت ''تعلموا،،

(۵۲) تحت عنوان ''علموا،، بحوالہ ابو نعیم و ابن مندہ

(۵۳) جمع الجوامع، مؤلفہ سیوطی، تحت عنوان''تعلموا،، بحوالہ طبرانی و دارقطنی وغیرہ، نیز ابن عبدالبر کی کتاب العلم ص ۸۰ ، ابو داؤد ۱۸ / ۱، ابن ماجہ ۲۳ / ۱

(۵۴) جمع الجوامع، سیوطی۔ تحت عنوان ''تعلمن،، بحوالہ مالک

(۵۵) جمع الجوامع سیوطی۔۔ تحت عنوان ''تعلموا،، بحوالہ طبرانی فی الاوسط

(۵۶) جمع الجوامع سیوطی، تحت عنوان ''علموا الصبی،، بحوالہ ابن حنبل و ترمذی و بغوی

(۵۷) صحیح بخاری کتاب العلم

(۵۸) جمع الجوامع سیوطی۔ تحت عنوان علموا (نعم لھو المؤمنۃ فی بیتھا الغزل) بحوالہ ابو نعیم و ابن مندہ

(۵۹) کتانی ۱ / ۴۹ تا ۵۵ بحوالہ قاضی عیاض و ابو داؤد

(۶۰) سیرۃ النبی۔ مؤلفہ شبلی طبع دوم ۲ / ۴۰۷

(۶۱) حدیث فضل عائشہ۔ کسی کتاب حدیث میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اگرچہ محدثینؒ کو اس کی صحت پر شبہہ ہے

(۶۲) قرآن مجید ۳۳ : ۳۴

(۶۳) ابن عبدالبر کی کتاب العلم ص ۶۴ نیز بخاری

(۶۴) کتانی ۱/۴۳ وما بعد

(۶۵) ابن ہشام ص ۹۶۱ تا ۶۲ تاریخ طبری ص ۱۷۲۷ تا ۲۹ کتانی ۱ / ۴۰ تا ۴۹ وغیرہ

(۶۶) جمع الجوامع سیوطی، تحت عنوان ''علموا،، (علموا ولا تعنفوا فان العلم خیر من العنف علموا و یسروا ولا تعسروا) بحوالہ ابن سعد و بیہقی و ابن حنبل

(۶۷) تاریخ طبری ص ۱۰۸۳ تا ۵۳ و ۱۹۸۳ (احوال سنہ ۱۱ھ

(۶۸) ابن عبدالبر کی کتاب العلم ص ۱۶۷ باب ذم تقلید بحوالہ آیت ''اتخذوا احبارھم و رھبانھم ارباباً من دون اللہ،،

(۶۹) طلب علم کی فضیلت کے لئے دیکھو ابو داؤد ۲۴ : ۱ و ۳، مقدمہ ابن ماجہ ص ۱۷ ۔ مقدمہ دارمی ص ۳۷ وغیرہ، ترمذی ۳۹ : ۲، ۱۹

(۷۰) قرآن مجید ۱۷:۵۸، قرآن مجید میں قصہ موسیٰ و خضر کا مقصد بھی طلب علم کی فضیلت اور علم انسانی کی قلت کو نمایاں کرنا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نہ ہوں بلکہ کوئی ہمنام مثلاً گلگامیش (بابلی) کا معرب آب حیات کی تلاش اور مچھلی کا زندہ ہونا اسی کا قصہ ہے

(۷۱) من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین (بخاری ۳ : ۱، ۱۳، ۹۶:۱۰)، ترمذی ۳۹ : ۱، مقدمہ ابن ماجہ ص ۱۷، مقدمہ دارمی ص ۲۳، ابن عبدالبر، کی کتاب العلم ص ۱۶ تا ۱۷ حدیث خیر الناس العلماء و المتعلمون (مقدمہ دارمی ص ۲۵، ۳۱)

(۷۲) العلما ورثۃ الانبیاء (بخاری ۳ : ۱۰، ترمذی ۳۹ : ۹ ابن عبدالبر کی کتاب العلم ص ۲۱)

(۷۳) اطلبوا العلم و لو کان بالصین فان طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ (ابن عبدالبر کی کتاب العلم، بیہقی کی شعب الایمان، ابن عدی کی الکامل اور سیوطی کی جمع الجوامع میں یہ حدیث ہے) ۔

(۷۴) حدیث نبوی بحوالہ کتاب العلم مؤلفہ عبدالبر ص ۸۳

★★★★